Rizwan Ullah
D-178, Abul Fazl Enclave-I
Jamia Nagar, New Delhi - 110025
Tel: +91-9971283786, 9891832189
Email:ruilmi@rediffmail.com
Web: www.Rizwanullah.com

مسلمانوں کے لیے

مغربی بنگال میں تیسرا تجربہ

رضوان اللہ

آزادی کے بعد سے اب تک مغربی بنگال کے مسلمان جن سیاسی حالات سے گزرتے رہے ہیں انھیں تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ حساب سیدھا رکھنے کے لیے پہلے تیس برسوں کو کانگریس کا دور کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد کے تیس بتیس برسوں کے دوسرے دور کو کمیونسٹوں سے معنون کرتے ہیں۔ اس کے بعد کے چار پانچ برسوں کے تیسرے دور کو، جو ابھی جاری ہے، ترنمول کانگریس کے حوالے سے سمجھتے ہیں، سارے قرائن سے ظاہر ہے کہ یہ تیسرا دور ابھی طول کھینچے گا۔ کانگریس کے ابتدائی دس برسوں کو ڈاکٹر بی سی رائے کا انسان دوست عہد سمجھئے، اس کے بعد پی سی سین کا مسلم کش زمانہ آیا، پھر چند برس ایک مخلوط حکومت کے درمیانی وقفہ کے بعد ڈاکٹر سدھارت شنکر رے کو اعتدال پسندی اور افہام وتفہیم کی کوششوں کے لیے ملے، لیکن اس وقت تک پی سی سین مغربی بنگال میں کانگریس پارٹی کی ارتھی اٹھا چکے تھے۔

کانگریس پارٹی کی حکمرانی کے ابتدائی دس برسوں کے دوران جو حالات تھے ان کو سمجھنے سمجھانے کے لیے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بنگال کی تقسیم کا زخم اتنا کاری تھا کہ کسی طرح مندمل ہونے کو نہیں آرہا تھا۔ خطِ تقسیم کی دونوں جانب فرقہ وارانہ فسادات نے اس زخم کو ناسور بنادیا تھا۔ مشرقی پاکستان میں ہر فساد کے بعد وہاں سے مغربی بنگال آنے والے رفیوجیوں کے دھارے تیز ہوجاتے اور کلکتہ کے بعض شر پسند اور فرقہ پرست اخبارات اس آگ پر تیل ڈالتے رہتے۔ ظاہر ہے یہ اشتعال صرف مغربی بنگال میں نہیں بلکہ دیگر مشرقی ریاستوں میں بھی مسلم کش فسادات کا موجب ہوتے۔ کسی کے پاس اس روگ کا علاج نہ تھا۔ مسلمانوں میں کوئی ایسا قد آور لیڈر نہیں رہ گیا تھا جس کی آواز دور تک سنائی دے۔ سیاسی طور پر حکمراں کانگریس کی ہاں میں ہاں ملانے کے سوا مسلمانوں کے لیے کوئی چارہ نہیں تھا۔ کلکتہ خلافت کمیٹی کے تنہا کارگزار ملا جان محمد تھے جو ہر فساد کے بعد چندہ اکٹھا کرکے کچھ ریلیف کا سامان لے کر اشک شوئی کرآتے۔ ڈاکٹر بی سی رائے کی حکومت کو رفیوجیوں کی آباد کاری کے مہیب کام سے ہی

فرصت نہیں تھی کہ وہ کسی اور طرف توجہ دیتی۔ ۱۹۵۷ء میں یہ باب بند ہوا اور پی سی سین کا مسلم دشمن اندھا راج شروع ہوا، اندھا اس وجہ سے کہ انھیں اپنی ہی پارٹی کے دوررس مفادات کا بھی کوئی شعور نہیں تھا۔

۱۹۶۲ء کی ہند-چین جنگ کے دوران پھر ۱۹۶۵ء کی ہند-پاک جنگ کے دوران کلکتہ کے مسلمانوں کی اندھا دھند گرفتاریاں کی گئیں، ان میں خاصے ممتاز اور خوشحال افراد، اردو اخباروں کے ایڈیٹر اور دیگر صحافی شامل تھے ان افراد کی عمر اور بزرگی کا بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا، ان میں کانگریس پارٹی کے پرانے ورکر بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کی صحیح تعداد کبھی نہیں معلوم ہوسکی پھر ان لوگوں کو کوئی ایک مہینے بعد رفتہ رفتہ رہا کیا گیا۔ یوں بھی یہ کوئی طویل مدتی لڑائیاں تو تھیں نہیں۔ انہی دونوں گرفتاریوں کے درمیان ۱۹۶۴ء میں کلکتہ کے بدترین فسادات ہوئے۔ اس وقت بھی ریاستی حکومت کا رویہ بڑا برا تھا، مرکز سے وزیر داخلہ گلزاری لال نندا نے کلکتہ آکر فوج کو طلب کیا اور اس طرح حالات پر قابو پایا گیا۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ ۱۹۶۷ء میں عام انتخابات ہونے والے تھے۔ ۱۹۶۵ء کے اواخر میں پارٹیوں نے انتخابی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس وقت کانگریسی لیڈر جہاں جہاں مسلمان محلوں میں گئے، ان سے خود ان کی پارٹی کے ورکروں نے سوال کیا کہ پہلے یہ بتایئے کہ ہمیں کس خطا پر گرفتار کیا گیا۔ مزید یہ کہ اب ہم کس منہ سے پارٹی کے لیے ووٹ مانگنے جائیں۔ اس کا ان لوگوں کے پاس ندامت کے سوا کوئی جواب نہیں تھا۔ چنانچہ اسی الکشن میں مغربی بنگال میں کانگریس پارٹی کا جنازہ نکل گیا۔

کمیونسٹ گھات میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن خود ان کے اندر ایسی زبردست ٹوٹ پھوٹ جاری تھی کہ وہ اکیلے کانگریس سے فیصلہ کن مقابلہ نہیں کر سکتے تھے چنانچہ انھوں نے کانگریس سے ہی کٹ کر الگ ہونے والے ایک گروپ سے مل کر ایک مخلوط حکومت بنالی اس طرح ان کو ریاست میں ایک فٹ ہولڈ مل گیا، چند برسوں تک ان کے قدم ڈگمگاتے رہے لیکن بالآخر ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کے دوران حکمراں کانگریس کی بداعمالیوں نے ان کے قدم کو مضبوطی کا سامان فراہم کر دیا۔ دریں اثنا انھوں نے بنگلہ دیش کی تشکیل کے بعد اس طرف سے آئے ہوئے رفیوجیوں کی اچھی خاصی تعداد کو پارٹی والنٹیئر بنالیا تھا شہر کے بڑے نمایاں مقامات پر دکانیں بنوا کر اور دیگر سہولتیں فراہم کر کے انھیں اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ یہی فوج اگلے تین عشروں سے زیادہ عرصے تک ان کے استحکام کا موجب رہی جسے کمیونسٹ پارٹی مارکسٹ کی غیر فرقہ وارانہ پالیسیوں نے مزید توانائی عطا کی اور اس کا سلسلہ مسٹر جیوتی باسو کی قیادت میں جاری رہا۔

مسٹر جیوتی باسو کی قیادت کے تقریباً تین عشروں کے دوران، سنِ رسیدگی اور صحت کی خرابی کی بنا پر حکومت سے دست برداری کے بعد بھی کئی برس تک، بحیثیت مجموعی کوئی ۳۲/برس تک مارکسی کمیونسٹ پارٹی مغربی بنگال میں حکمراں رہی۔ اس دوران ہم اپنے زاویہ نگاہ سے کہہ سکتے ہیں کہ بعض اشتعال انگیز واقعات کے باوجود ریاست فرقہ وارانہ فسادات سے تقریباً پاک رہی، یوں اس اثناء میں کشت وخون کی کمی نہیں تھی۔ ۱۹۶۰ء والے عشرے کے اواخر میں ہی نکسلیوں نے خاصی طاقت اور جسارت حاصل کر لی تھی اور چوطرفہ محاذ کھول رکھے تھے۔ کمیونسٹ پارٹی، مارکسی کمیونسٹ پارٹی اور کانگریس سب ان کی ہٹ لسٹ میں تھیں اس لیے وہ خود بھی سب کے نشانے پر تھے، لیکن کشت و

خون میں فرقوں کو کوئی دخل نہیں تھا چنانچہ کانگریس پارٹی کے دورِ حکمرانی میں ہم جو جان کی امان ڈھونڈھتے پھرتے تھے اس میں کچھ راحت ملی۔ آزاد ہندوستان کا مسلمان جان و مال کے تحفظ کی آئینی ضمانت سے زیادہ تو کچھ نہیں مانگتا۔ اگر یہ بنیادی شرط پوری ہوتو پھر ہر پُر امن شہری کی طرح وہ بھی اپنے کام دھندھے میں لگے رہیں لیکن کچھ سیاسی لیڈر اوران کی تنظیمیں اپنی مسلم دشمنی میں اتنا آگے بڑھ جاتے ہیں کہ انھیں ہندوستان کی حقیقتوں کا احساس نہیں رہ جاتا اور وہ اس ملک کی اصل روح کو ہی پامال کردیتے ہیں۔

بہرحال وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر تعمیر میں شگاف پڑنے لگتے ہیں کمیونسٹوں کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوگیا۔ پارٹی داخلی کشمکش اورشکست وریخت کا شکار ہوگئی۔ اس کی اتحادی پارٹی فارورڈ بلاک کی رفاقت بھی کام نہ آئی جس کے ایک رکن کلیم الدین شمس تاحیات اسمبلی ممبر کی حیثیت سے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ کابینہ میں مسلمان وزیر کی شمولیت بھی دائمی اور دوامی رہی لیکن بالآخر اس کا عوامی بیس ٹوٹ گیا اور شعلہ بیان لیڈر ممتا بنرجی کی ترنمول کانگریس نے گزشتہ ریاستی عام انتخابات میں اس کو بری طرح شکست دے کر اقتدار کی کرسی سے باہر کردیا۔ کانگریس میں کچھ دم خم نہیں رہ گیا تھا، بی جے پی کا کوئی نام لیوا نہیں تھا۔ اس طرح مغربی بنگال میں مسلمانوں کا دوسرا تجربہ تمام ہوا اور ترنمول کانگریس کی حکمرانی میں تیسرا تجربہ شروع ہوا جس کے ساڑھے چار سال ہونے کو آئے۔ اب آئندہ ریاستی انتخابات کا پھر سامنا ہے۔

وزیر اعلیٰ مغربی بنگال ممتا بنرجی بھی دوسرے بہتیرے لیڈروں اور نئی سیاسی پارٹیوں کی طرح انڈین نیشنل کانگریس کی شاخ بریدہ ہیں۔ کانگریس پارٹی کا عجب معاملہ ہے۔ ابتدائی ایک عرصے تک یہ اپنی اصل شکل میں برقرار رہی پھر اس کا انتساب گاندھی جی سے کردیا گیا حالانکہ وہ نہ کانگریس پارٹی کے ممبر تھے نہ کبھی کسی پارٹی عہدے پر فائز رہے۔ سچ پوچھئے تو اسی وقت سے ہندوستان کی سیاست میں ''باباڈوم'' کا عمل دخل ہوگیا جو مختلف ٹائٹلوں کے ساتھ جاری ہے کہیں گروجی، کہیں نیتاجی، کہیں اماں جی، کہیں بہن جی اور کہیں دیدی۔ خود کانگریس کبھی نہرو کانگریس، کبھی اندرا کانگریس اور کبھی جگ جیون کانگریس بھی کہلائی لیکن پنڈت نہرو کا قائم کیا ہوا پالیسی کا ڈھانچہ برقرار رہا۔ اس سے اختلاف کرنے والے اپنی الگ راہ پکڑتے رہے۔ چنانچہ نئی صدی کے آغاز تک ممتا بنرجی بھی اپنے خدوخال کے ساتھ بنگال کے سیاسی آفاق پر نمایاں ہوگئیں۔ کلکتہ کارپوریشن اور دیگر میونسپل انتخابات میں اپنی پارٹی کی کلغی میں پروں کا اضافہ کرتی گئیں آخر کار انھوں نے اپنی ساری توجہ ریاستی سیاست پر مرکوز کی بالآخر گزشتہ ریاسی انتخابات میں مارکسی کمیونسٹ پارٹی کی زنگ آلود مشین کو ایوان اقتدار سے باہر کردیا۔

آگے بڑھنے سے پہلے بنگال میں فیصلہ کن سیاسی اثرات رکھنے والے طبقوں اور پارٹیوں کے عروج وزوال کے اسباب پر سرسری نظر ڈال لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آزادی کے بعد سب سے پہلے ریاست میں حکمرانی کا ایک طویل عرصہ کانگریس پارٹی کو ملا اس وقت پارٹی سارے ملک پر بلاشرکتِ غیرے حکمراں تھی اس لیے تقسیم ملک کی وجہ سے پیدا شدہ سنگین مسائل سے دوچار ہونے کے باوجود اس کو مرکز کی مضبوط پشت پناہی حاصل تھی۔ مشرقی پاکستان سے آنے والے رفیوجیوں کا سیلاب جاری تھی لیکن اس کے لیے پشتہ باندھنے کی کوششیں بھی ملک گیر سطح پر ہو رہی

تھیں ایسے میں حکومت نے مسلسل جاری رہنے والے فسادات میں مسلمانوں کے جانی و مالی نقصانات اوران کے تحفظ کی ضرورت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ایسے میں ۲۷ فیصد ووٹروں میں بے چینی اور عدمِ تحفظ کے احساس کے ساتھ ساتھ حکمراں پارٹی کے خلاف غم وغصہ کا پیدا ہونا بالکل فطری تھا جس کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ دوسری طرف بنگالی رفیوجی بھی غیر مطمئن تھے۔ ریاست کے باہران کی آبادکاری کے منصوبے کامیاب نہیں ہوسکے وہ بنگال واپس بھاگ کر آتے رہے، بے روزگاری نے انھیں تخریبی راہوں پر ڈال دیا تھا۔ داخلی خلفشار میں مبتلا کمیونسٹ پارٹی کو پارٹی والینٹئر بھرتی کرنے کا اچھا موقع اور وافر مین پاور دستیاب ہوا۔ ان کی مدد سے پہلے مخلوط حکومت پھر مستحکم حکومت قائم کرلی۔ مخالفین کو بے رحمی سے کچل دیا۔ شہر کے اہم علاقوں میں بڑے پیمانے پر کھوکھے بنا کر پارٹی ورکروں کو تقسیم کردیا اس طرح وہ مفید کام سے لگ گئے۔ پارٹی کے وفادار رہے اور چھوٹے بڑے الیکشن میں اس کے لیے ورک فورس کا کام کرتے رہے۔ ایسے میں انھیں فرقہ وارانہ فسادات پھیلانے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہوگی اس سے حکومت کو ایک گونہ راحت اور مسلمانوں کو بھی قدرے سکون نصیب ہوا۔ مارکسی کمیونسٹ پارٹی نے مسلمانوں کی اشک شوئی کے لیے پالیسی کی سطح پر کچھ اقدامات کیے، مثلاً باصلاحیت مسلمان نوجوانوں کو ذمہ دارانہ عہدوں پر اور کہیں کہیں کلیدی عہدوں پر مامور کیا جس سے ۲۷ فیصد ووٹروں کے ایک حصہ میں اعتماد پیدا ہوا، مزید براں ان کے حسب خواہ بعض اعلانات بھی کیے گئے مثلاً ریاست کے چند اضلاع میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دے دی گئی۔ کلکتہ مدرسہ کو ایک یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ یہ اور بات ہے کہ ان اہم فیصلوں پر واقعی عمل درآمد کا کام ممتا بنرجی پر چھوڑ دیا گیا جسے وہ انجام دے کر ۲۷ فیصد ووٹروں میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے اور اعتماد کو پختہ کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔

لیکن اس سے قطع نظر ریاست کے مسلمانوں کے جان ومال کے تحفظ کے آئینی حق کی حفاظت کی آئینی ذمہ داریوں کو انجام دینے میں وہ بڑی حد تک کامیاب رہیں۔ دوسری کئی ریاستوں میں حالیہ برسوں میں جس قدر مسلم کش فسادات ہوتے رہے اس سے مغربی بنگال کا دامن بڑی حد تک پاک رہا۔ یہ بذاتِ خود ایسی کیفیت ہے جس میں انسان اپنی تعمیری اور ترقیاتی کوششیں جاری رکھتا ہے کسی تخریبی حرکت کی طرف اس کا ذہن مائل نہیں ہوتا۔ تعلیمی میدان میں صرف مفید فیصلے ہی نہیں کیے گئے بلکہ ان پر عمل درآمد بھی کیا گیا۔ مثال کے طور پر عالیہ یونیورسٹی تو قائم ہوگئی تھی لیکن اس میں اردو کا شعبہ ہی نہیں تھا ممتا حکومت نے اردو کا شعبہ قائم کردیا جس سے مغربی بنگال میں اردو بولنے والی ایک بڑی آبادی کو ایک بڑی ضرورت کی تکمیل کا احساس ہوا۔ ان ساری باتوں کا مجموعی اثر آئندہ چند مہینوں میں ریاستی انتخابات پر نمایاں ہونا یقینی ہے۔

ان انتخابات میں بہار کی طرح کانگریس کے کسی بڑے رول کی امید تو شاید نہیں کی جاسکتی، بی جے پی کا کسی شمار میں آنے کا بھی امکان نہیں نظر آتا ہاں سی پی آئی ایم البتہ کسی قدر نمایاں نتیجہ ظاہر کرنے کے امکانات رکھتی ہے لیکن وہ خود اپنے داخلی اختلافات اور تضادات کا شکار ہے۔ یہی اس کی اصل کمزوری ہے ورنہ اس کا لیڈر روز یراعظم بھی بن سکتا تھا۔ جیوتی باسو کو اس موقع سے فائدہ اٹھانے سے روک کر پارٹی نے جو غلطی کی ہے وہ ہمالیہ پہاڑ سے بھی

بڑی ہے۔اب تو غالباً پارٹی ورکروں اور رضا کاروں پرمبنی پارٹی کا بیس بھی پہلے جیسا مستحکم نہیں رہا۔

اس لیے امید کی جاتی ہے کہ مغربی بنگال کے مسلمانوں کے لیے موجودہ تیسرے تجربے کی مدت میں مزید توسیع ہوگی۔لیکن دو باتیں سد راہ ہوسکتی ہیں اول تو یہ کہ بایاں محاذ بھی غافل نہیں ہے اور اس کو سہارا دینے والے ستون اب بھی کسی نہ کسی طور پر موجود ہیں ایک تو ان کا ورکنگ فورس دوسرے ۲۷ فیصد ووٹروں کا ایک حصہ تیسرے وہ محاذ جس میں فارورڈ بلاک دائما شامل ہے۔ دوسری بات جو ترنمول کانگریس کے خلاف جاتی ہے وہ ریاست میں جرائم کا گراف ہے خصوصاً عورتوں کے خلاف جرائم وہ بھی ایک خاتون وزیر اعلیٰ کے عہد حکومت میں ۔ہمیں یاد ہے کہ نکسلیوں کی تحریک کی شدت کے چار پانچ سال کے دوران عورتوں کے خلاف جرائم کے واقعات سننے میں نہیں آتے تھے۔کلکتہ شہر میں رات کو آٹھ بجتے بجتے سڑکوں پر سناٹا ہو جاتا تھا لیکن غروب کے بعد کسی لڑکی کو بس اسٹینڈ پر دیکھ کر نوجوان لڑکے ان سے کہتے کہ گھر بھاگ جاؤ رات ہوگئی ہے۔ یہ بڑی اخلاقی قدر تھی جسے کسی نے نوٹ نہیں کیا لیکن اب نوٹ کرنے کی ضرورت شدید تر ہوتی جارہی ہے۔

امریکہ میں منتخب عہدے

اگر چہ امریکہ میں واحد وفاقی حکومت ہے لیکن اس میں حسبِ ذیل شامل ہیں

۵۰ ریاستی حکومتیں

۳ لاکھ سے زیادہ عہدے مقامی حکومتوں کے (کاؤنٹی، سٹی اور ٹاؤن کی)

اور تقریباً ۲ لاکھ مخصوص مقاصد کے اضلاع جیسے کہ اسکولی اضلاح، پانی کے اضلاع، نتیجے کے طور پر امریکی ووٹروں کو صرف صدر اور کانگریس (پارلیمنٹ) کے لیے نہیں ووٹ دینا ہوتا ہے بلکہ ریاستی اور مقامی حکومت کے ہزاروں عہدیداروں کے لیے بھی ووٹ دینا ہوتا ہے جن میں ریاستی قانون ساز ممبر، ریاستی گورنر اور لیفٹیننٹ گورنر، ریاستی آڈیٹر، کاؤنٹی کمشنر، ٹاؤن اور سٹی میئر، ایلڈرمین، جج، کانسٹبل، مجسٹریٹ، شریف، جسٹس آف پیس اور اسکول بورڈ، کالج بورڈ، یوٹیلٹی بورڈ کے ممبران اور عوامی ٹرسٹ کے عہدیدار شامل ہیں۔

کچھ غیر معمولی قسم کے منتخب عہدے بھی ہیں جیسے کاؤنٹی کورونر، آبپاشی اضلاع اور ٹاؤن سمٹری کمیشنوں کے ممبر اور درختوں کے وارڈن یعنی وہ افسران جو شہری املاک پر مخدوش درختوں کو ہٹانے کی نگرانی کرتے ہیں۔